میرا وطن

شاہنشاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی کی کتاب "ماموریت برای وطنم" کا سلسلہ وار ترجمہ ۔ مترجم :- ڈاکٹر کے این پنڈت

میرے باپ نے ایران میں کیا کیا تبدیلیاں لائیں!

جب کبھی میں اپنے ملک کی قدیم اور گراں قدر تاریخ پر ایک نظر ڈالتا ہوں تو چند خاص باتیں میری توجہ کو اپنی طرف مبذول کرتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایرانی ہمیشہ ذاتی آزادی کے لئے مشہور رہے ہیں۔ میں اُن لوگوں سے کوئی اختلاف نہیں رکھتا جو تہران میں ٹیکسی چلانے والوں کی بے راہ روی کو ذاتی آزادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ (جس دن ٹیکسی ڈرائیوروں نے ہڑتال کی ۔ اس دن تہران کا شہر گویا عظیم خاموشی اور سکوت میں ڈوب گیا تھا۔) اس میں کوئی شک نہیں کہ ہزاروں برس کی طویل مدت میں ذاتی آزادی کی یہ حس بہت سارے پہلوؤں میں بڑی گہرائی تک جاکر رس بس گئی ہے۔ جو مختلف تاریخی ہنگاموں، اجنبیوں کے عارضی غلبہ اور ایسے ہی دیگر کئی حالات میں جو اس ملک میں رونما ہوئے، کسی بھی وقت یہ باتیں، ایک عام ایرانی کو اپنی خواہشات اور اپنے ارادوں کے ظاہر کرنے میں مانع نہ ہو سکیں ۔ اس لحاظ سے ہم فرانسیسیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، چنانچہ ان کے ٹیکسی ڈرائیور ہمارے ہاں کے ڈرائیوروں کے مقابلہ میں ذاتی آزادی میں کسی طرح پیچھے نہیں۔ کوئی تعجب نہیں کہ ایران کو "ایشیا کا فرانس" کا لقب دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم امریکنوں سے بھی مشابہت رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے ایرانی اور امریکی باہم سازگار بھی ہوتے ہیں چنانچہ ہزاروں ایرانی طالب علم جو ہر سال امریکہ کا سفر کرتے ہیں وہ بھی بغیر کسی استثنا کے اس ملک میں تحصیل علم کے دوران خوش و خرم رہتے ہیں۔ جو امریکی میرے ملک میں کام کرتے ہیں۔

بڑی آزادی اور سہولت کے ساتھ میرے وطن کے لوگوں کی اجتماعی زندگی میں شریک ہو کر دن گذارتے ہیں۔

ایرانی لوگ مہمان نوازی کے لئے مشہور ہیں۔ جو شخص ہماری قوم کی باطن کی تحقیق کرنا چاہتا ہے وہ دنیا کے بڑے بڑے کتاب خانوں میں موجود بیرونی سیاحوں کے سفر ناموں میں ایران سے متعلق باتوں کو پڑھ سکتا ہے۔ آج ہم بہت خوش ہیں کہ یہ قدیم خوبی زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف ختم نہیں ہوئی ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ قوی ہو گئی ہے اور ہمارے گاؤں اور قصبوں میں رہنے والے لوگوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

ایران اور امریکہ کے درمیان مشابہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ صدیوں سے ایران نسلی اور طبقاتی امتیاز سے آزاد رہا ہے جبکہ بعض ملکوں میں ایسا امتیاز رائج تھا۔ یہ درست ہے کہ ہمارے ملک میں کچھ لوگ زیادہ امتیازی سہولتوں کو حاصل کر چکے تھے جو دوسروں کو میسر نہ تھیں اور ان دو گروہوں کے درمیان بڑا فاصلہ بھی تھا، لیکن جس طرح کہ امریکہ میں دیکھا جائے گا ویسے ہی ایران میں بھی سماج کے نچلے طبقہ سے اپنی قابلیت اور استعداد کی بنا پر ایک آدمی اعلی مقام پر پہنچ سکتا ہے چنانچہ میرے باپ کی مثال اس ضمن میں پیش کی جا سکتی ہے علاوہ ازیں ایران کی تاریخ کے اوراق ایسی بے شمار مثالوں سے بھرے پڑے ہیں کہ کئی بادشاہ، سردار، وزیر، عالم، شاعر اور بڑے فاضل لوگ سماج کے پست طبقہ سے اٹھ کر شہرت کی اعلی منزل تک پہنچ گئے۔

ہم ہرگز نسلی یا مذہبی علیحدگی یا افراد میں پوست کے رنگ کی بنا پر کسی فرق میں اعتقاد نہیں رکھتے اور اس کے برعکس مختلف مذہبوں اور نسلوں کے ساتھ رابطہ اور دوستی برقرار رکھنے کے قایل رہے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک یعنی ایران کو ان لوگوں کے لئے بھی پناہ کی جگہ بنائی جنہوں نے دوسری قوموں کے ہاتھوں ستم جھیلے۔ چنانچہ اسی عادت کی پیروی کرتے ہوئے کوروش کبیر نے ۵۳۹ ق م میں بابل کی فتح کے بعد اُن یہودیوں کو آزادی دلائی جنہیں بخت النصر نے یوروشلم سے قیدی بنا کر لایا تھا۔ انہیں اجازت دی کہ اپنی مقدس سرزمین [illegible] فلسطین کو واپس جائیں اور اپنے

Scanned with OKEN Scanner

عبادت خانوں کو پھر سے آباد کریں۔ چنانکہ تورات مقدس میں درج ہے کہ ان قیدیوں نے کوروش کبیر کے خزانے سے حاصل کیے گئے عطایات سے اپنے ویران عبادت خانوں کو نئے سرے سے آباد کیا۔

ایران کے شاہنشاہ یزدگرد اول نے ۴۰۹ میلادی میں ایک فرمان صادر کیا جس کی رو سے مسیحی لوگ شاہنشاہ ایران کی قلمرو میں آزادی کے ساتھ اپنے ذہنی رسومات کو انجام دے سکتے تھے بعد کے زمانے میں جب رومی ارمنستان میں داخل ہوئے تو ہمارا ملک، ارمنی پناہ گزینوں کی پناہ گاہ بن گیا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہزاروں روسی مسیحی، جنہوں نے اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے دوران بالشویکی وحشت گری سے خوف زدہ ہو کر اپنے مادر وطن کو ترک کیا، ایران آئے اور ہمارے لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔

ممکن ہے ماضی میں کسی وقت کچھ غیر ذمہ دار لوگوں کے تعصب کے نتیجہ میں، مذہبی اقلیت، کے کچھ لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو لیکن مجموعی طور میرا خیال یہ ہے اور مغربی مورخین بھی مجھ سے اتفاق کرتے ہیں کہ نسلی اور مذہبی اقلیت کے فرقہ کے ساتھ نرم اور ہمدردانہ سلوک کرنے میں ہم بہت سے مغربی ملکوں سے برتر رہے ہیں۔ میری نظر میں مختلف مذہبوں اور ملتوں کے ساتھ ہمارے اس دوستانہ اور ہمدردانہ رویہ نے ہماری تہذیب اور تمدن کو مضبوط بنایا ہے۔

قبلاً بتایا گیا کہ ایران صدیوں سے شمشیر زنی اور سلحشوری کے لئے مشہور رہا ہے لیکن تہذیب اور تمدن کے پھیلانے میں جو خصوصیت ہمیں حاصل ہوئی ہے وہ ہماری سلحشوری سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے ہم نے تلوار سے غالب آنے والی ملتوں کو اپنا مغلوب بنا دیا۔ یعنی یہ کہ یا تو انہیں متمدن بنا دیا ورنہ انہیں اپنے تمدن کے زیر اثر لایا۔ دوسرے الفاظ میں اگر کسی وقت ہم نے فوجی لحاظ سے شکست کھائی لیکن تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے فتح مندی ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی ہے۔

علاوہ ازیں جیسے کہ قبلاً بتایا گیا ہمارا ملک صدیوں سے زندگی کے مختلف شعبوں یعنی نظم و نسق، مملکت داری، فوجی تشکیلات تجارت اور اقتصادیات، علوم و

ادبیات، صنعت و حرفت، اور فنِ معماری میں دنیا کی باقی اقوام کی رہنمائی کرتا رہا ہے۔ ہمارے کچھ ایسے عظیم شاہنشاہ گزرے ہیں جو ایک طرف تو بڑی وسیع امپائر پر حکومت کر رہے تھے اور دوسری طرف علم و ہنر اور صنعت و حرفت کے بہترین مربی اور شوقین رہے ہیں۔

البتہ یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے کہ اس رہبری کی بنیاد ہمارے مذہبی میلان طبیعت اور ہماری اخلاقی و معنوی قوت پر مبنی رہی ہے۔ جیسے کہ پہلی فصل میں بتایا گیا۔

جس وقت اسلام سے قبل دینِ زردشتی کے ایران کے پیغمبر زرتشت نے روح کی جاویدانی اور نیکی اور بدی کے درمیان دائمی کشمکش کی باتیں کہیں، اس نے دینِ مسیحیت کے بعض اصولوں کی تعلیم دی اور اپنے پیروکاروں کو تین مقدس بنیادی اصولوں یعنی پندارِ نیک، گفتارِ نیک و کردارِ نیک پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ داریوش کبیر نے ہمیشہ سچائی کی اہمیت اور جھوٹ کی مذمت پر زور دیا اور ۵۲۱ ق م یہ نہ مٹنے والی باتیں کہی تھیں "میں انصاف کو پسند کرتا ہوں۔ گناہ سے نفرت کرتا ہوں اور سوسائٹی کے اوپر کے طبقوں سے نیچے کے طبقوں پر کیے جانے والے ظلم پر خوش نہیں ہوں۔"

ساسانی خاندان کے بانی اردشیر اول کا ذکر گذشتہ فصل میں آیا۔ وہ کہتا ہے "فوج کے بغیر قوت پیدا نہیں ہوتی۔ روپیہ کے بغیر فوج آراستہ نہیں ہو سکتی، زمینداری کے بغیر روپیہ حاصل نہیں ہو سکتا اور انصاف کے بغیر زمینداری کا رواج عام نہیں ہو سکتا۔"

ساسانی خاندان کا عظیم بادشاہ نوشیروان اگرچہ بعض اوقات سخت گیر تھا لیکن عدل و انصاف میں اُسے تاریخ میں "عادل" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے تو یہ داستان سُنی ہی ہوگی کہ نوشیروان نے اپنے محل کے باہر ایک زنجیر لٹکانے کا حکم دیا تھا تاکہ مظلوم اور دادخواہ اپنی دادرسی کے لئے اس کو کھینچ لیں۔ یہ بھی سُنا ہوگا کہ ایک بار ایک چوپایہ نے زنجیر کو حرکت میں لایا اور گھنٹی بجنے لگی اور اس کے مالک کو سزا دی گئی کیونکہ چوپایہ کو بھوکا رکھا گیا تھا۔ یہ شاہنشاہ مسیحیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا تھا اور اس نے ایک مدت تک یونان کے فلسفہ اشراق کے بڑے فیلسوفوں کو اپنے دربار میں رکھا جبکہ روم کے امپراطور نے ان پر سختی کی۔ ان فیلسوفوں کو تب اپنے وطن واپس جانے کی اجازت دی جبکہ روم کے امپراطور نے یہ وعدہ کیا کہ اگر یہ لوگ اپنے وطن کو واپس جائیں تو انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔

Scanned with OKEN Scanner

جو کچھ بیان ہوا اس سے میری نظر میں یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ ہم ایرانیوں نے وہ نیک اور مناسب خصلتیں پہلے ہی اپنے اندر پیدا کی تھیں جن کی ضرورت کو آج کی متمدن دنیا شدت سے احساس کر رہی ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہا جانا چاہیئے کہ میرے باپ کے دورہ سلطنت سے پہلے ہمارے وطن نے ایک زمانہ پریشانی اور سختی میں بسر کیا اور مملکت داری اور علم و ادب و ہنر کی رہبری میں وہ مقام جو صدیوں تک ہمیں حاصل تھا۔ اپنی جگہ برقرار نہ رہ سکا ہم سماج کے چیرہ دست اور بانفوذ طبقہ کی نچلے طبقہ پر کیے گئے جبر سے منفعل نہیں ہوئے۔ گویا وطن پرستی شجاعت، اور پرہیزگاری کا ہم میں کوئی نشان باقی نہ رہا۔ ہم راستگوئی کی طرف مائل نہیں ہوئے اور جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے رہے۔ اس لیے ہمیں چاہیئے کہ ان حالات کو، جن سے میرا باپ دوچار ہوا تھا اور جن کو اس نے بڑی کامیابی کے ساتھ بدل دیا، جاننے کے لئے میرے باپ کے دور حکومت سے پہلے کے دور پر اجمالی نظر ڈالی جائے۔ اس دور میں ہمارا ملک بیرونی طاقتوں کی پے در پے دخل اندازی سے دوچار ہو رہا تھا اور ہمارے رہنما لڑکھڑاتی ہوئی سیاست اور فاسد مملکت داری کے بھروسہ اپنے دن کاٹتے رہے۔

سنہ ۱۱۸۵ھ میں فتح علی شاہ قاجار نے حکومت فرانس کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ ان دنوں نپولین فرانس کا بادشاہ تھا۔ اسے یہ امید تھی کہ اس معاہدہ سے وہ ایران کے راستے ہندوستان پر اپنا قبضہ جما سکتا ہے۔ اس معاہدہ میں مقرر ہوا تھا کہ حکومت فرانس ہمیں فوجی اسلحہ اور ساز و سامان اور ہمارے سپاہیوں کو فوجی تعلیم و تربیت دے گی تاکہ ہم روس کی زار شاہی کے خلاف جد و جہد کر سکیں جس نے چھ سال سے گرجستان کے علاقہ کو ایران سے متنازعہ بنا کر الگ کر دیا تھا۔ پیٹر اعظم کے دور حکومت (۱۰۷۰ سے لیکر ... تک) میں روس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ جنوب کی طرف اپنی حکمرانی کے دائرے کو وسعت دے اور خلیج فارس اور وہاں کی بندرگاہوں کو اپنے قبضہ میں لائے۔ لیکن نپولین نے روسیوں کے ساتھ صلح و صفائی کی اور ہندوستان پر چڑھائی کے ارادے سے منحرف ہو گیا۔ ان حالات میں ہم نے گرجستان کو روسیوں کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے ایک نئی جنگ ... سنہ ۱۱۹۱ھ میں عہد نامہ گلستان ...

[illegible]

کی رو سے ہم مجبور ہوئے کہ نہ صرف گرجستان ہاتھ سے کھو بیٹھیں بلکہ آرمینیا اور اضلاع بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اس کے علاوہ بحر خزر کے ساحلی پانی میں اپنے جنگی جہاز ٹھہرانے کے حق سے بھی ہم محروم ہو گئے۔

روس کی ہندوستان پر نظر تھی اور اس لئے اس معاملہ نے انگریزوں کی توجہ ایران کی طرف مبذول کی کیونکہ یہ ملک ہندوستان کی طرف کسی بھی مہم کے لئے پہلی منزل کی حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ ۱۲۲۹ھ میں انگریزوں نے ہمارے ساتھ عہد نامہ بھی طے کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ روسیوں کی ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی روک تھام کے لئے مشترکہ دفاع قائم کیا جائے۔ اس عہد نامہ کے مطابق برطانوی حکومت اس امر کی ذمہ دار بنی کہ روس کی طرف سے ہم پر بلا وجہ حملے کی صورت میں وہ ہمیں فوجی اور مالی کمک دے گی۔

سنہ ۱۲۴۱ھ میں ایک بار پھر ایران اور روس کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ برطانوی حکومت نے ہمیں ضروری کمک پہنچانے سے انکار کیا لیکن ایران اور روس کے درمیان ثالث بننے کی کوشش کی۔ اس بار بھی ایران کے پاس جنگ کے لئے کافی وسائل نہ تھے اور جنگ کے لئے آمادہ بھی نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایران ۱۲۴۳ھ میں ترکمانچای نام کے منحوس معاہدہ پر دستخط کرنے پر مجبور ہوا۔ اس عہد نامہ کے مطابق ایران کی سرزمین کا ایک اور علاقہ روسیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ ایران کو بھاری رقم بطور تاوان جنگ، روس کو دینی پڑی اور اس کے علاوہ روس کو تجارتی امتیازات بھی دینے پڑے۔

کچھ مدت کے بعد انیسویں صدی میں روس نے ہمارے ساتھ ظاہری طور دوستانہ رویہ اختیار کیا بلکہ اس امر کی حمایت کا بھی اظہار کیا کہ ہم اپنے مشرق کی طرف واقع علاقہ جات پر جو افغانستان کے قریب دربار میں تھے، دوبارہ قبضہ کریں۔ ہمیں افغانستان کے ساتھ جنگ پر اکسایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اور انگلستان کے درمیان شکر رنجی پیدا ہوئی کیونکہ وہ افغانستان کو ہندوستان کے دفاع کے لحاظ سے پہلا مورچہ خیال کرتے تھے۔ یہ ان بن ۱۲۳۵ھ میں نمودار ہوئی لیکن صرف تھوڑے عرصہ تک برقرار رہی۔ اس کے ساتھ ہی روسیوں نے ترکمانچای معاہدہ کے مطابق نہ صرف ایران کے شمالی علاقہ جات پر قبضہ کیا تھا بلکہ مشرقی علاقوں میں اپنی بالادستی اور اثر و رسوخ کو پھیلایا۔

ہم ہر روز انگلستان اور روس کی باہمی تضاد اور رقابت کے شکار ہوتے گئے۔ یہ

Scanned with OKEN Scanner

کہنے میں ہمیں کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیئے کہ اس صورتِ حال میں کچھ ہمارا بھی قصور ہے۔ قاچاری بادشاہوں نے اپنے دربار کی بے اندازہ فضول خرچیوں کی وجہ سے ایران کے خزانے کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی کے لئے غیر ملکیوں کو کئی تجارتی امتیازات دیئے۔ ان میں ایک عجیب امتیاز وہ تھا جو ۱۲۸۵ھ میں بادشاہ وقت نے ایک برطانوی باشندہ بنام ژولیوس دو رویتر کو دیا۔ اس امتیاز کی رو سے بیرن موصوف دو رویتر کو ستر سال تک ایران میں ریلوے لائن بچھانے اور ٹرامویے بنوانے کا ٹھیکہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر سڑکیں بنوانے، آبپاشی کے ذرائع فراہم کروانے، معدنیات اور کارخانہ داری، تار برقی، کسٹم ڈیوٹی کے اعداد و شمار جمع کروانے وغیرہ کے بھی وسیع اختیارات اس کو دیئے گئے۔ لیکن عوام کی شدید مخالفت اور روسیوں کے دباؤ کی بنا پر بادشاہ وقت ان اختیارات کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ بیرن رایٹر کی دل جوئی کے لئے بادشاہ نے اسے اجازت دی کہ وہ برطانوی سرمایہ سے ایران میں ایک بنک کی بنیاد ڈالے جس کو ایک مدت تک ایران میں کاغذی کرنسی اجرا کرنے کا حق حاصل تھا۔ رفتہ رفتہ اس شخص کو ایران میں بہت سی معدنیات جن میں تیل بھی شامل تھا نکالنے کا اختیار دیا گیا اگرچہ تیل کے اختیار سے اُسے کوئی مادی فائدہ نہ پہنچا۔

انگریزوں نے ایران میں برقی تار لگوائی اور وہ اُس کا اہتمام بھی کرتے رہے۔ کارون ایران کا ایک ہی دریا ہے جس میں جہاز رانی ہوتی ہے۔ یہ حق بھی انگریزوں کو دیا گیا۔ تمباکو کا حق بھی ایک انگریز کو دیا گیا لیکن روشنفکر اور مذہبی لوگوں (مُلّاؤں) کی شدید مخالفت کی بنا پر یہ حق واپس لیا گیا اور اس سے مربوط پیمان کو توڑا گیا۔

ان حالات کے ساتھ ساتھ روسی ہمارے ملک میں اپنے اثر کو بڑھانے کے درپے رہے۔ ناصر الدین شاہ نے انہیں اجازت دی کہ ایرانی قزاقوں کے ایک بریگیڈ کی روسی افسروں کے کمانڈ کے تحت تشکیل دی جائے۔ یہ بریگیڈ جو ایک بیگانہ حکومت کے اختیار اور تربیت کے تحت تھا، بہت جلد ایران کا مؤثر ترین جنگی قوت بن گیا۔ ~~۱۲۶۶ھ~~ سنہ ۱۲۶۶ھ میں ایک روسی کو بحر خزر کے ساحلی علاقہ میں ماہیگیری کا اختیار دیا گیا۔ ۱۲۶۹ھ میں ایران میں روسی بنک کی بنیاد ڈالی گئی اور برطانوی بنک کی طرح اسے بھی کاغذی کرنسی اجرا کرنے کا حق دیا گیا۔ روسیوں نے اس حد پر ہی اکتفا نہ کیا۔ انہوں نے شاہ ایران کو

کچھ قرض دے کر اپنے لئے دیگر تجارتی امتیازات دینے پر آمادہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی روسیوں نے اور پھر باقی تمام حکومتوں نے سرمایہ داری کو ایران پر ٹھونس دیا۔ ایران کی حکومت ان غیر ملکی لوگوں پر کوئی مقدمہ نہیں چلا سکتی جنھوں نے ایران میں رہ کر کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو۔

قاجاری بادشاہوں کی من مانی اور غیر ذمہ داری نے ایران کے لوگوں کو متقابل قدم اٹھانے پر مجبور کیا اور آئینی حکومت کی مانگ کرنے والوں کی جماعت (مشروطہ طلبان) وجود میں آئی۔ سنہ ۱۲۸۴ ش کے تیر مہینہ میں مشروطہ طلبان میں تقریباً دس ہزار تاجروں اور دیگر لوگوں نے تہران میں برطانوی سفارت خانہ میں پناہ لی۔ در اصل انہوں نے قاجاریوں کی حکومت اور نظم و نسق سلطنت میں فساد کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ انہی دنوں تہران کے کچھ روشن فکر مذہبی لوگوں (ملاؤں) کو شہر سے باہر قم میں حراست میں لیا گیا۔ بہر حال شاہ مجبور ہوا کہ اصلاحات کا وعدہ دے اور دو مہینے بعد اس نے ایران میں مشروطیت کا اعلان کیا۔

مشروطیت کے چاہنے والوں نے اندرونی اصلاحات کے علاوہ ایرانی بادشاہ کے دربار میں روسیوں کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کی بھی مانگ کی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ انگریز صرف اس لئے ایرانیوں کی اس وقت حمایت کرتے تھے کیونکہ ایرانی روسیوں کے خلاف تھے لیکن میرا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ انگریز ایران میں ایک آئینی حکومت برقرار کرنے کے واقعی طرف دار تھے۔ اس کے باوجود ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا تھا کہ سنہ ۱۲۸۵ ش میں روس اور انگلستان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے دونوں حکومتوں نے ایران، افغانستان اور تبت میں اپنے اپنے دائرۂ عمل کی حدود مقرر کیں۔ اس معاہدہ نے مشروطیت پسندوں کے دلوں کو سرد بنا دیا۔

اگرچہ متذکرہ بالا قرار داد میں وعدہ کیا گیا تھا کہ ایران کی علاقائی سالمیت اور آزادی کو ہر لحاظ پر برقرار رکھا جائے گا، لیکن در اصل اس قرار داد نے ایران کو بیرونی ممالک کے زیر اثر آنے والے منطقوں میں تقسیم کیا۔ انگریز رضامند ہوئے کہ وہ ایران کے شمالی علاقوں میں جو کہ روسیوں کے زیر اثر قرار دئے گئے تجارتی امتیازات سے دستبردار ہو جائیں اور ساتھ ہی دوسری طاقتوں کو بھی اس علاقہ میں دخل اندازی کرنے

Scanned with OKEN Scanner

سے منع کریں۔ روسیوں نے اس کے مقابلے میں ایک ایسا ہی عہد انگریزوں کے ساتھ کیا جس کی رو سے وہ ایران کے جنوب مشرق میں ایک چھوٹے سے علاقہ پر انگریزوں کے اثر و رسوخ کو تسلیم کر چکے۔

ان دو منطقوں کے درمیان کے علاقہ کے لئے ان دو حکومتوں نے اپنے اپنے اثر و رسوخ کی حدیں معین نہیں کیں جس کو جو امتیازات ملے تھے وہ اس حکومت کے لئے برقرار رہے۔ ان امتیازوں میں مٹی کے تیل کا اہم امتیاز بھی ہے جو کہ آسٹریلیا کے ایک انگریزی باشندہ بنام دارسی کو ۱۲۷۹ھ میں دیا گیا تھا۔ لیکن در حقیقت اس منطقہ کو جس کو کہ ان دو حکومتوں کی زبان میں "بیطرف علاقہ" کہا جاتا تھا۔ انگریزوں نے روسیوں کے مقابلے میں زیادہ حد تک اپنے اثر کے تحت لایا تھا۔

پہلی جنگ عظیم میں روسیوں اور انگریزوں نے ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کیا۔ اس سے پہلے ہی یہ دونوں ملک جرمنی کی نئی فوجی طاقت کے خطرات کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ ان کی یہ اُمید تھی کہ ۱۲۸۵ھ کی قرارداد ان کے درمیان رقابت کی شدت کو کم کرے گی اور اس طرح انہیں مشترکہ دشمن کا مقابلہ کرنے میں تقویت ملے گی۔ لیکن ایران کے نقطۂ نظر سے مذکورہ بالا قرارداد کا مقصد ایران کو ہڑپ کرنے کے بغیر اور کچھ نہ تھا۔ بہر صورت اس قرارداد سے روس اور انگلستان کا مقصد عملی نہ بن سکا اور ہمارے ملک میں ان دو طاقتوں کی رقابت بڑھتی ہی گئی۔

ان حالات کے ساتھ ادھر ایران میں قوم پرست ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگے اور ۱۲۸۴ھ میں بنائی گئی مجلس (پارلیمنٹ) کی حمایت نہ کر سکے۔ مظفر الدین شاہ، ایران میں آئینی حکومت کی نسبت خفیف سی دلچسپی رکھتا تھا لیکن اس کا بیٹا ایسی حکومت کا سخت دشمن تھا۔ اُس نے مصمم ارادہ کیا کہ روس کی مدد سے ایران میں مطلق العنانیت کو دوبارہ برقرار کیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے تین کوششیں کی گئیں۔ پہلی کوشش میں مشروطہ خواہان کے ذریعہ عمل میں لائی گئی مسلح مقابلہ میں اس کی چال تباہ کی گئی۔ دوسری بار ۱۲۸۶ھ کے خرداد مہینہ میں ایرانی قزاق بریگیڈ کے روسی کمانڈر نے ایران کے پارلیمنٹ ہاؤس کو توپوں سے اُڑا دیا اور شاہ نے مجلس کو توڑ دیا۔ شاہ اور اس کے روسی

ہوا ماروں نے ایرانی قوم کی قوت کو بے اہمیت اور سرسری سمجھ رکھا تھا۔ اگلے سال مشروطہ خواہوں نے قزاقی بریگیڈ کی طاقت کو نائیل کر کے رکھ دیا۔ محمد علی مرزا نے روس کی طرف فرار کیا اور اس کا گیارہ سال کی عمر کا شہزادہ احمد شاہ، اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔ ۱۲۸۹ھ میں محمد علی نے آخری بار کوشش کی اور اس کے طرف دار روس اور بحر خزر کے ساحلی علاقوں کے راستے ایران کو مسخر کرنے پر اُتر آئے لیکن یہ تیسری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

Scanned with OKEN Scanner